ایمان افروز اور سبق آموز کہانیوں کا سلسلہ

آستین کے سانپ

کہانی نمبر 4

بھوکے شکاری

حافظ سرفراز اجمل

اساس انسٹیٹیوٹ

جملہ حقوق بحق ادارہ محفوظ ہیں

نام مجموعہ: آستین کے سانپ

نام کہانی: بھوکے شکاری

مصنف: حافظ سرفراز اجمل

تعداد: ایک ہزار

تاریخ: جنوری 2024

زیر انتظام: اساس انسٹیٹیوٹ

پبلشر: اردو سرائے

رابطہ نمبر: محمد عبداللہ 0334-9363518

دل کی بات

قدرت نے انسان کے سامنے دو راستے رکھے ہیں۔ایک حق اور دوسرا باطل...ایک سچ اور دوسرا جھوٹ...ایک صحیح اور دوسرا غلط...اس وقت دنیا میں جتنی بھی نظریاتی محنت ہو رہی ہے ،اس میں ہر کوئی اپنے آپ کو حق اور سچ کا دعویدار کہتے ہوئے دوسرے کو غلط اور جھوٹ ثابت کر رہا ہے۔

خالقِ کائنات نے اپنی کتاب،قرآن مجید فرقانِ حمید میں حق اور باطل کی نشانیاں واضح کی ہیں ۔حق والوں کا راستہ بھی بتایا ہے اور باطل کی ریشہ دوانیوں سے بھی پردہ چاک کیا ہے۔باطل نے حق کا راستہ روکنے کے لیے کبھی علی الاعلان اُسے للکارا ہے اور کبھی حق کا جعلی روپ دھار کر بہروپیے کی شکل اختیار کی اور حق والوں کو سیدھے راستے سے بھٹکانے کی کوشش کی ہے۔اس ساری محنت کے پیچھے نسلِ آدم کا ازلی دشمن ابلیس ہی ہے۔

ابلیس جب سے راندۂ درگاہ ہوا،تب سے ہی انسان کو گمراہ کرنے پر لگا ہوا ہے۔ایسی صورتِ حال میں انسان کے لیے درست راستے کا انتخاب ضروری اور لازم ہو جاتا ہے۔ہمارے پیارے نبی حضرت محمد مصطفی ﷺ دراصل خاتم النبین ہیں۔ان کے بعد قیامت تک کوئی نبی اپنی نبوت کے ساتھ نہیں آئے گا ، مگر قدرت کے اس فیصلے سے بغاوت کرنے والے کئی شیطان کے ہرکارے میدان میں آئے ،اپنا اپنا منجن بیچا، عوام کو گمراہ کرنے کی کوشش کی۔انہیں میں ایک نام مرزا غلام احمد قادیانی کا ہے جس نے خود کو یسوع مسیح کہتے ہوئے نبوت جیسے عظیم مرتبے کی توہین کی۔

مرزے کی سوچ دراصل ہندوستان میں انگریز سرکار کی طے شدہ پالیسی کا تسلسل تھی۔ قیامِ پاکستان کے بعد مرزے کے بدبخت پیروکاروں نے اس نئے اسلامی ملک میں اپنے پنجے گاڑنے

شروع کر دیے۔ مگر فدایانِ ختم نبوت کی بیش بہا قربانیوں کی بدولت حکومتِ پاکستان کو انھیں غیر مسلم اور کافر قرار دینا پڑا اور اب ان کا کفر آئینِ پاکستان کا حصہ ہے۔ مگر اس کے باوجود قادیانی اسلام کا لبادہ اوڑھے مسلمانوں کو بہکانے میں مصروف ہیں۔اسی سلسلے میں ادارہ ''اساس'' نے بھرپور انداز میں جواب دیتے ہوئے اہلِ اسلام کو ان کی چالوں سے خبر دار کیا ہے۔

قادیانیت کے مکروہ چہرے سے نقاب اتارتے ایسے واقعات،ایسی کہانیاں جو روز کہیں نہ کہیں وقوع پذیر ہوتی ہیں،ادارہ اساس نے انھیں جمع کر کے نئے اسلوب کے ساتھ ''آستین کے سانپ'' کا عنوان دیا ہے ۔ یہ کہانیاں مختلف ذیلی عنوانات کے ساتھ اس وقت آپ کے ہاتھوں میں ہیں۔انھیں خود بھی پڑھیے اور دوسرے مسلمانوں تک پہچانے میں ہمارے معاون بھی بنیے۔

اساس انسٹیٹیوٹ

بھوکے شکاری

وہ پوری قوت سے دوڑ رہا تھا۔ جنگل کے وسط میں اسے ہر سو اندھیرے نے گھیر رکھا تھا۔ رات کے اس پہر خوف اور وحشت سے اس کا دل اُچھل کر حلق کو آرہا تھا۔ شدتِ جذبات سے وہ چیخنے کی کوشش کرتا، مگر چیخیں اس کے حلق میں دب کر رہ گئیں تھیں۔ اب وہ خونی درندوں اور زہریلے حشرات کے رحم و کرم پر تھا۔

اس سے پہلے کہ اس وحشت زدہ ماحول، اندھیری رات اور تنہائی کے عالم میں اس کا دماغ پھٹنے کو آتا، اچانک ایک طرف سے روشنی کی ایک کرن نمودار ہوئی، اس نے لپک کر اس روشنی کو پکڑنا چاہا، مگر وہ آناً، فاناً اس سے دور ہوتی چلی گئی۔

پھر کچھ ہی لمحوں بعد ایک اور روشنی اس کے قریب سے گزری، تو شدتِ غم سے اس نے رونا چلانا شروع کر دیا، پھر پوری قوت جمع کر کے اس نے آنے والی روشنی کی طرف اپنا وجود جھکایا، خوش قسمتی سے اس بار روشنی نے اسے اپنی آغوش میں لے لیا تھا۔

ایک دم سے اس کے دل کا بوجھ جیسے ہلکا ہو گیا ہو۔ اس نے ایک لمبی گہری سانس لی اور آنکھیں کھول دیں۔ سامنے کا منظر اس کے لیے حیرت انگیز تھا۔ اس کے آس پاس روشنی ہی روشنی تھی اور وہ

اپنے کمرے کے بیڈ پر لیٹا لمبے لمبے سانس لے رہا تھا۔

"اوہ... !خواب۔۔!تو.... تو یہ سب خواب تھا؟اُف میرے خدایا...!"

اس نے ایک بار پھر گہری سانس لے کر اللہ کا شکر ادا کیا اور پسینے سے شرابور اپنے جسم کی حرارت محسوس کرتے ہوئے اُٹھ کھڑا ہوا۔

دراصل وہ رات کو دیر تک اپنے کمرے میں مطالعہ کرنے کا عادی تھا۔آج بھی وہ مطالعہ سے فارغ ًہوا ہی تھا کہ اسے نیند نے آلیا۔اس کے ہاتھ سے کتاب ایک طرف ڈھلک چکی تھی۔اسی الٹے سیدھے انداز میں اسے بستر درست کرنے کا ہوش بھی نہ رہا تھا۔

وہ خواب سے بیدار ہوا تو اللہ کا شکر ادا کرتے ہوئے اس نے جلدی سے پانی کا گلاس منہ کو لگا لیا۔طبیعت ذرا بحال ہوئی تو وہ اپنے خواب کو یاد کرتے ہوئے جھر جھری لینے لگا۔اسی دوران اس کے موبائل میں وٹس ایپ نوٹیفکیشن کی آواز آئی۔اس نے موبائل اٹھایا اور میسیج دیکھا:

"ہائے رضوان... !میں عروہ.... آپ کی کلاس فیلو... کیسے ہیں آپ؟ کل فرحان نے مجھے بتایا تھا کہ آپ کو سمسٹر کی فیس کے لیے کچھ رقم اُدھار چاہیے۔اگر یہ درست ہے تو میں آپ کے ساتھ تعاون کرنے کو تیار ہوں۔"

اُس نے حیرت اور خوشی کے ملے جلے جذبات میں وہ میسج پڑھا اور پھر جواب لکھنے لگا:

"اوہ! بہت شکریہ آپ کے احساس کا... میں دل سے قدر دان ہوں۔ مگر یہ خود داری والا معاملہ ہم دونوں دوستوں کے درمیان تھا۔فرحان نے آپ سے بات کر کے اچھا نہیں کیا۔"

"ارے.... آپ ایسا مت سوچیے، میں جانتی ہوں کہ آپ ایک خودار انسان ہیں، مگر یونہی خاموش رہتے تو کل آخری تاریخ بھی گزر جانی تھی۔ویسے بھی میں نے کون سا کہیں سے منگوانے ہیں پیسے؟ میرے پاس اپنی کچھ رقم موجود ہے۔مجھے امید ہے کہ آپ کا مسئلہ اسی سے حل ہو جائے گا۔یوں سمجھیں کہ یہ گھر کی بات ہی ہے۔"فروہ کا تفصیلی میسج اُسے موصول ہوا تھا۔

اس نے خدا کا لاکھ لاکھ شکر ادا کیا کہ اس کی فیس کا مسئلہ یوں بیٹھے بٹھائے حل ہو گیا تھا۔اس نے دوبارہ میسج ٹائپ کیا:

""فروہ... ! اللہ پاک آپ سے راضی ہو، میں آپ کا احسان کبھی نہیں بھولوں گا۔""

""بھئی دوستی میں کیسا احسان ؟آپ بالکل ریلیکس رہیے پلیز... مزید رقم کی ضرورت ہو، تو بتادیجیے۔""

""جی بہت بہت شکریہ آپ کا .... ' رضوان نے فروہ کے میسج کا جواب دیا اور موبائل ایک طرف رکھ دیا۔

خوشی سے اُس کا دل بلیوں اُچھل رہا تھا۔ ابھی کچھ دیر پہلے دیکھا جانے والے خواب کی ہیبت کو وہ یکسر بھول چکا تھا۔ وہ دل ہی دل میں خود کو خوش قسمت تصور کر رہا تھا، کیوں کہ ایک تو اس کی فیس کا مسئلہ حل ہو گیا تھا اور دوسرا یہ کہ کلاس کی سب سے خوبصورت لڑکی نے خود اس سے رابطہ کیا تھا۔ اگلے دن کالج میں چھٹی کے بعد عروہ نے رضوان کو آواز دی اور کینٹین پر چلنے کو کہا۔ رضوان شرماتے ہوئے ساتھ چل پڑا۔ عروہ نے جاتے ہی دو پلیٹ سموسہ اور چائے کا آرڈر دے دیا اور دونوں ایک خالی ٹیبل پر جا کر بیٹھ گئے۔ بات چیت شروع ہوئی، تو فروہ نے فیس کی رقم چپکے سے اس کے حوالے کر دی۔

""یہ لیں فیس کی رقم۔"" عروہ نے کہا۔

""بہت شکریہ... ! میں آپ کو یہ رقم جلد واپس کر دوں گا۔"" رضوان نے احترام کیساتھ کہا۔

""نہیں بھئی... ! پریشانی کی کوئی بات نہیں، کوئی بات نہیں،آپ صرف اپنی پڑھائی پر دھیان دیں اور ہاں کسی بھی چیز کی ضرورت ہو تو بلا جھجک مجھ سے مانگ لیا کیجیے۔ مجھے آپ اپنا دوست ہی سمجھیں۔"" فروہ نے مسکراتے ہوئے رضوان کو بتایا کہ اس نے یہ رقم واپس لینے کے لیے نہیں دی۔ حیرت کا ایک جھٹکا رضوان کو لگا تھا۔ اس نے انکار کرنا چاہا مگر فروہ کے اصرار پر جواباً وہ اگر مگر ہی کرتا رہ گیا۔

پھر چند منٹ تک انھوں نے کلاس کی سرگرمیوں کے حوالے سے اِدھر اُدھر کی باتیں کی، رات کو دوبارہ رضوان نے فروہ کو میسج کر کے اس کی ہمدردی کا شکریہ ادا کیا۔ رفتہ رفتہ رضوان کی فروہ سے موبائل چیٹ شروع ہو گئی۔ کچھ دن گزرے ہوں گے کہ انھوں نے ایک دوسرے سے

طویل کال پر بات چیت کرنا شروع کر دی۔

جلد ہی دونوں نے ایک دوسرے کے ساتھ وصل کے عہد و پیمان اور وفا کے وعدے کر لیے۔اسی لیے آج کل رضوان کے دل میں لڈو پھوٹنے لگے تھے۔روزانہ ایک بجے نماز کے وقفہ کے دوران کچھ لوگ نماز کے لیے چلے جاتے، مگر عروہ رضوان کو لے کر کینٹین پر لے جاتی۔اس کو کھانا کھلاتی اور اس کا بل بھی ادا کرتی۔وہ آج بھی کینٹین پر بیٹھے بریانی کھا رہے تھے کہ اسی دوران عمیر اور فرحان آگئے۔

ان کو دیکھتے ہی عروہ نے اٹھ کر کہا:

"آؤ...آؤ.... میں آپ کو اپنے ذہین اور قابل قدر انسان سے ملواتی ہوں۔یہ رضوان ہے میرا نیا دوست، اور رضوان یہ میرے پرانے دوست عمیر اور فرحان ہیں اور یہ دونوں اب آپ کے دوست بھی ہوں گے اور یہ ہماری کمپنی کا حصہ بھی ہوں گے۔"

عروہ نے ان کا تعارف کراتے ہوئے کہا: "کیا تمھیں کوئی اعتراض تو نہیں؟"

"نہیں نہیں... میرے لیے خوشی کی بات ہے۔" رضوان نے کہا۔

چند ہی دنوں میں رضوان ان کا دوست بن گیا اور اس کا شرمیلا پن اور جھجک ختم ہو گئی۔

ایک دن رضوان ہیلے کالج کے اکیڈمک بلاک کے سامنے ذرا پریشان بیٹھا تھا۔اسی دوران عروہ کا وہاں سے گزر ہوا:

"ہائے رضوان.... خیریت ہے؟ کچھ اُداس لگ رہے ہو۔" عروہ نے چہکتے ہوئے پوچھا تھا۔

"بس یونہی، بوریت محسوس کر رہا تھا تو باہر ہوا کھانے بیٹھ گیا۔" رضوان نے سوال کا جواب دیتے ہوئے کہا۔

"اوہ! تو جناب بور ہو رہے ہیں۔آپ کی بوریت ابھی ختم کر دیتے ہیں۔"

"وہ کیسے...؟"

"یہ بھی کوئی بات ہوئی، ہمارا دوست بور ہو رہا ہو اور ہم اس کا علاج بھی نہ کریں یہ کیسے ہو سکتا ہے۔"

یہ کہتے ہوئے عروہ نے اپنے بیگ سے موبائل نکالا اور کسی کو کال کرنے لگی۔ یقیناً یہ عمیر تھا، جسے عروہ نے گاڑی لے کر وہاں پہنچنے کا کہا تھا، ساتھ اس نے فرحان کو لانے کا بھی کہا تھا۔ تقریباً پندرہ منٹ کے وقفے سے عمیر اور فرحان کار لے کر اکیڈمک بلاک کے سامنے پہنچ گئے۔

"رضوان...! اٹھو، کہیں چلتے ہیں، گاڑی میں بیٹھو۔" عروہ نے کہا۔

"بھئی ہم کہاں جا رہے ہیں؟ پہلے بتاؤ تو سہی۔" رضوان نے حیرت سے پوچھا۔

"ہم فلم دیکھنے جا رہے ہیں تاکہ تمھارا موڈ ٹھیک ہو جائے۔" عروہ نے کار میں بیٹھتے ہوئے کہا۔

"مگر.... وہ.... دراصل..."

"اگر مگر کچھ نہیں.... تم کسی چیز کی فکر نہ کرو۔"

عمیر اور فرحان آگے والی سیٹوں پر بیٹھ گئے تھے، گاڑی کے روانہ ہوتے ہی وہ دونوں آپس میں گفتگو کرنے لگے۔ رضوان اور عروہ نے بھی آپس میں بات چیت شروع کر دی۔ پہلی مرتبہ عروہ کو اپنے اتنا قریب دیکھ کر رضوان پر تو جیسے کسی نے کوئی جادو کر دیا ہو، وہ عروہ سے آنکھیں ملانے کی بار بار کوشش کرتا، مگر عروہ کی آنکھوں کی خاص چمک اسے دھیان اِدھر اُدھر کرنے پر مجبور کر دیتی۔

عروہ نے اس سارے منظر نامے کو اچھی طرح سے بھانپ لیا تھا۔ اسی لیے اس نے جان بوجھ کر مزید اس کے قریب ہو رہی تھی۔ اپنی ادائے دلبرانہ سے رضوان کے دل کے تار و پود ہلانے میں مشغول تھی۔ عمیر اور فرحان انجان بنے باتوں میں مگن تھے۔ اِدھر جیسے ہی عروہ نے دھیمے سے انداز میں رضوان کے ہاتھ پکڑا، تو وہ ایک دم چونک اٹھا۔

"سنو رضوان...! گھر میں جب کبھی بوریت ہو تو یہ ناول پڑھ لینا، میرے پاس ایسے کئی ناول اور کتابیں موجود ہیں۔"

عروہ نے اسے بیگ سے نکال کر ایک ناول دیتے ہوئے کہا۔

"یہ ناول تمھیں میری طرف سے تحفہ ہے اس کو ضرور پڑھنا۔" عروہ نے آپ سے تم تک کا سفر بڑی جلدی طے کیا تھا۔

"جج.... جی بہتر... میں ضرور اسے پڑھوں گا۔"

رضوان نے شکریہ ادا کرتے ہوئے کہا، مگر ابھی تک وہ کچھ گھبراہٹ محسوس کر رہا تھا۔ اسے یہ سب فلمی سا لگ رہا تھا۔ بہر حال اس نے ناول عروہ سے لے کر ایک نظر دیکھا اور پھر اپنے بیگ میں رکھ لیا۔ دل ہی دل میں وہ بہت خوش تھا کہ اچھے لوگوں کے ساتھ اِس کی دوستی ہو گئی تھی۔

اچانک عمیر نے گاڑی روک دی۔ سینما ہال آچکا تھا۔ رضوان زندگی میں پہلی بار سینما جا رہا تھا۔ اس کے دل کی دھڑکن تیز ہو رہی تھی اور وہ اس بات سے پریشان بھی تھا کہ کوئی وہاں اسے دیکھ نہ لے، معلوم نہیں سینما میں کیا ہوتا ہو گا۔ ڈرتے ڈرتے وہ ہال میں داخل ہوا، اک مسحور کن دنیا تھی۔ جہاں بہت ہلکی روشنی میں لوگ اپنی نشستوں پر براجمان تھے، سامنے بڑی سکرین پر ایک فلم شروع ہو چکی تھی۔ رضوان اور عروہ ایک دوسرے کی برابر والی سیٹوں پر بیٹھ گئے، جب کہ عمیر اور فرحان ان کے آگے والی دو نشستوں پر براجمان ہو چکے تھے۔

پہلے پہل رضوان جو بہت ڈر رہا تھا، مگر مووی دیکھنے اور عروہ سے ڈھیر ساری گپ سپ کے بعد رفتہ رفتہ اس کا یہ ڈر ختم ہوتا جا رہا تھا۔ وہ اپنے تئیں زندگی کے نئے رمز سے واقفیت پا رہا تھا۔ اسے یہ سب کر کے بہت مزا آ رہا تھا۔

مووی دیکھنے کے بعد وہ چائے پینے کے لیے ہوٹل پر رُکے، وہاں ایک میز پر اچانک فرحان کو اُن کا مشترکہ دوست مسرور احمد دکھائی دیا۔ عروہ نے مسرور احمد کو کوئی اشارہ کیا، عمیر نے سیٹی بجائی، پھر سبھی کھلکھلا کر ہنس دیے، مسرور احمد جلدی سے اپنی میز چھوڑ کر اُن سب کی طرف لپکا تھا۔ مسرور دراصل کنسلٹنٹ تھا، جو ایک ایجنسی کے تحت طلبا کو سکالرشپ پر باہر پڑھنے بھیجتا تھا۔ عمیر اور فرحان نے سلیوٹ مار کر شوخی والے انداز میں مسرور کا استقبال کیا۔

اِدھر عروہ نے مسرور سے رضوان کا تعارف کروا دیا۔ تھوڑی سی گپ شپ کے بعد مسرور نے ان سے اجازت چاہی اور کبھی اپنے دفتر چکر لگانے کی دعوت دے ڈالی، جو کہ سب نے خوشی خوشی قبول کر لی۔ رضوان بھی اب ان کی دوستی میں گھل مل چکا تھا۔

اگلے چند دن یوں ہی ہنسی مذاق اور دوستیاں نبھاتے گزر گئے۔اس دوران رضوان عروہ کے بہت قریب آچکا تھا۔یعنی بیاختیار وہ اسے اپنے دل کے کسی نہاں خانے میں جگہ دے چکا تھا۔اسے معلوم تھا کہ عروہ بھی اسے پسند کرنے لگی ہے۔وہ روزانہ یونیورسٹی میں اور رات کو موبائل پر گھنٹوں باتیں کرنے لگے۔کیا کرتے،دل کے ہاتھوں مجبور جو تھے۔

ایک دن یونیورسٹی میں فرحان نیچائے ہر سب کو مدعو کیا تھا۔وہ کینٹین میں چائے نوش کررہے تھے کہ عمیر کے موبائل پر مسرور کی کال آگئی۔ہیلو ہائے کے بعد اس نے کال بند کی:

”بھئی دوستو...!مسرور احمد ہمیں یاد کررہا ہے، شاید بریانی شریانی کی دعوت بھی کرے گا،اگر ہم آج ہی اس کے پاس جاتے ہیں تو۔“

عمیر نے ہنس کر کہا تھا،اس پر عروہ نے بات آگے بڑھائی۔

”اگر یہ بات ہے تو دیر کس چیز کی...؟ابھی چلتے ہیں،کیا خیال ہے رضوان ؟“

اب وہ ہر بات میں رضوان سے مشورہ لینا ضروری سمجھتی تھی۔چناں چہ سب دوستوں کی رضامندی سے وہ لوگ مسرور احمد کے آفس جانے کی تیاری کرنے لگے۔آخر نصف گھنٹے بعد وہ مسرور کے پاس موجود تھے۔یہ ایک بہت بڑاآفس تھا۔وہاں مختلف قسم کے طلبا وطالبات معلومات کے لئے آرہے تھے۔رضوان کافی دیر سے سر جھکائے بیٹھا تھا،اس نے ارد گرد کا جائزہ لیا تو اس کو کالج کے کافی شناسا لڑکے دکھائی دیے،جنھیں وہ روز آتے جاتے کالج میں دیکھا کرتا تھا۔

اس مہنگائی کے دور میں اور ہاسٹل لائف میں عموماً متوسط طلبا مفت تعلیم والی جگہ کو زیادہ ترجیح دیتے ہیں تاکہ ان کا خرچہ کم ہو یا سکالرشپ مل جائے،تاکہ گھر والوں کو فیس کی نوبت نہ آئے۔دل ہی دل میں رضوان بھی سوچ رہا تھا کہ کیوں نہ وہ بھی اس موقع سے فائدہ اٹھائے،اگر وہ تعلیم کے لئے بیرون ملک چلا جاتا ہے تو ساتھ ساتھ گھر کے حالات بدلنے کے لیے وہ محنت مزدوری بھی کرسکتا تھا۔اسی سوچ کو عملی جامہ پہنانے کے لیے اس نے دل بڑا کرکے عروہ سے سوال کرڈالا:

”عروہ! سکالرشپ کے لئے کیا شرائط ہیں؟ کیا کیا ضروری کوائف ہیں؟ کیا میں بھی باہر پڑھنے جاسکتا ہوں؟“

"ضرور کیوں نہیں، ہم مسرور سے بات کر سکتے ہیں اس حوالے سے۔" عروہ نے سرگوشی کی۔

جیسے ہی مسرور کو فرصت ملی، وہ اپنے دوستوں کے پاس آن بیٹھا۔ عروہ نے حال چال کے بعد رضوان کے لیے سکالر شپ کی بات کی تو مسرور احمد تھوڑا مسکرا دیا، پھر رضوان کی طرف دیکھ کر بولا:

"بھئی! ہم آپ کو لمبی چوڑی زحمت نہیں دیں گے، یعنی بغیر انٹرویو کے آپ کا کام کر دیں گے، باقی رہا خرچے وغیرہ کا معاملہ، تو آپ اس طرف سے بھی بے فکر رہیں۔ بھلا دوستوں سے کیسے وصولی کر سکتے ہیں ہم۔ بس باقی جو بیرون ملک تعلیمی ادارے کی شرائط ہیں، آپ ان کو اچھی طرح مکمل کر لیں، باقی ہم دیکھ لیں گے۔"

مسرور احمد نے سنجیدگی سے جواب دیا۔ رضوان کو تو جیسے حیرت سے کئی جھٹکے لگے تھے۔ اتنے بڑے بڑے کام اتنی آسانی سے؟ عروہ، عمیر اور فرحان کی دوستی تو گویا اسے خوب راس آئی تھی۔ وہ اللہ کا شکر ادا کر رہا تھا کہ اس نے اسے اتنے اچھے دوستوں سے ملایا۔

وہ کچھ دیر وہاں بیٹھے، گفتگو کی، کھانا کھایا اور کھانے کے بعد رضوان رات کو واپس اپنے ہاسٹل چلا گیا۔ اس نے عروہ کا دیا ہوا ناول نکالا اور پڑھنے لگا۔ وہ محبت کی کہانی پر مشتمل ایک دلچسپ ناول تھا۔ رضوان جیسے جیسے ناول پڑھتا گیا۔ اس کے دل میں محبت کا جذبہ پہلے سے بھی بڑھ کر ٹھاٹھیں مارنے لگا تھا۔

کتابوں اور ناولوں کا یہ تعلق اب اور بھی گہرا ہو چکا تھا، کیونکہ عروہ کی طرح رضوان کو بھی مطالعہ سے لگاؤ تھا۔ عروہ اسے نت نئے ناولز لا کر دیتی، بسا اوقات رضوان ناول کے موضوع کو دیکھ کر حیران رہ جاتا کہ ایسا بے باک موضوع عروہ جیسی شریف لڑکی کیسے پڑھ لیتی ہو گی۔ بہر حال جو بھی تھا، رضوان نے ناولز ہیں موجود جھوٹے سچے واقعات کی بدولت خود میں بھی ایک تبدیلی محسوس کی تھی۔

اب وہ پہلے سے زیادہ کھویا کھویا سا بھی رہنے لگا تھا۔ مگر کب تک...!

آخراس کے سینے میں بھی ایک دل تھا۔اس نے چاروناچار ناول کے کسی ہیرو کا روپ دھارنا مناسب سمجھااور ایک دن تنہائی میں جی کڑا کر کے عروہ سے اظہار محبت کر دیا۔اسے ڈر بھی تھا کہ کہیں عروہ اسے رد نہ کر دے، یہ خوف بھی اپنی جگہ موجود تھا کہ عروہ کواس کی یہ حرکت پسند نہ آئے، مگر ہوا اس کے بالکل اُلٹ...!

عروہ نے رضوان کے اظہار محبت کا جواب اتنی ہی شدت سے دیا تھا۔ گویا عروہ خود یہی چاہتی تھی۔اس شام نہ جانے ایسا کیا ہوا تھا کہ کافی شاپ میں بنے کپل کیبن میں عروہ نے بے اختیار رضوان کے ہاتھ کو اپنے ہاتھوں میں لے لیا تھا۔اب تو گویا رضوان کے اندر محبت کی لگائی ہوئی ایک آگ کا شعلہ بھڑک اٹھا تھا۔اس کے جسم میں سرسری سی ہونے لگی تھی۔

اتنے میں عروہ نے اپنے بیگ سے ایک عدد ناول نکالا،اور رضوان کے ہاتھ میں دیتے ہوئے کہا،اس کا مطالعہ کرنا آج رات، میں تمھیں کال کروں گی۔رضوان نے فرطِ محبت سے عروہ کے ہاتھ پہ بوسہ دیااور ناول پکڑ کر اپنے بیگ میں رکھ لیا۔

رات گئے تک اس کے دل ودماغ کی کیفیت عجیب سی ہو چکی تھی۔اسے چاروں طرف عروہ کا حسین مکھڑا دکھائی دے رہا تھا۔خود کو اس قسم کے خیالات سے دور رکھنے کے لیے اس نے عروہ کا دیا ہوا ناول کھول لیا۔

جیسے جیسے اس نے مطالعہ شروع کیا،اس کے جسم کی حرارت اور بے چینی میں اضافہ ہونا شروع ہو گیا، دراصل یہ ایک غیر اخلاقی ناول تھا، جس میں ہیرو اور ہیروئن کئی اخلاقی حدود کو پامال کرتے دکھائے گئے تھے۔عام حالات میں تو رضوان شاید ایسی کتاب کو ہاتھ بھی نہ لگاتا، مگر اس وقت اس کی جو کیفیت تھی،اس کے بعد تو اسے یہ ناول پڑھنے میں اور بھی لطف آنے لگا تھا۔اس کے ل ودماغ اور حواس پر عروہ کا چہرہ مکمل طور پر قبضہ کر چکا تھا۔وہ رفتہ رفتہ بے خود ہوئے جا رہا تھا۔

اسی دوران عروہ کا وٹس اپ مسیج آیا۔

"ہائے رضوان...! خیریت سے پہنچ گئے تھے؟اس وقت کیا کر رہے ہو؟"

"جی میں پہنچ گیا تھا...اس وقت میں ناول پڑھ رہا ہوں۔"رضوان نے جواب دیا۔

"اوہ... ناول کیسا لگا؟ کہیں ہماری یاد تو نہیں آئی؟" عروہ نے شرارتی انداز میں اس کے خیالات پر وار کیا تھا۔

"بس کچھ نہ پوچھیں... ناول تو مزے کا ہے ہی، مگر... چلو چھوڑو یار...!" وہ کچھ کہتے کہتے رک گیا تھا۔

"کیا چھوڑوں... کیا وجہ ہے، تم کچھ کھوئے کھوئے سے ہو۔" عروہ نے جلتی پر تیل چھڑکا۔

"بس ایک ہی خیال بار بار تنگ کر رہا ہے کہ مجھے بھی کسی کا ساتھ نصیب ہوتا۔" رضوان نے بغیر سوچے سمجھے کہہ ڈالا تھا۔

"تو کیا ہے بھئی، میں کافی نہیں ہوں آپ کے لیے؟" عروہ نے مصنوعی ناراضی کا اظہار کیا۔

"ارے... وہ تو آپ ہو، مجھے فخر ہے آپ کی دوستی پر.... بس ایسے ہی کہہ رہا تھا۔ بلکہ دل مچل رہا تھا۔"

تو کیا ناول پڑھتے ہوئے بھی بوریت محسوس کر رہے ہو؟ میں آجاؤں ہاسٹل میں؟" عروہ نے جال پھینکتے ہوئے کہا۔

"ارے... نہیں، نہیں! ہر گز نہیں! یہاں اسلامی جمعیت کے لوگ بہت فعال ہیں انھیں علم ہو گیا تو بہت بڑا مسئلہ بن جائے گا۔"

رضوان نے ڈرتے ہوئے کہا۔

"اوہو! بھئی تم یوں بزدلوں کی طرح ہکلا کیوں رہے ہو؟ ڈرنے کی کوئی بات نہیں، میرے پاس اس کا دوسرا حل ہے۔ یہ ہوٹل کا ایڈریس ہے اس کا کمرہ نمبر 15 ہے۔ استقبالیہ پر اپنا نام بتا دینا یا میرا نام پوچھ لینا وہ آپ کو متعلقہ کمرے تک پہنچا دیں گے۔"

عروہ نے یہ بات ایسے کی تھی، گویا اسے کسی چیز کا خوف ہی نہ ہو۔ رضوان تو عروہ کی بے باک پلاننگ سن کر حیرت زدہ رہ گیا تھا۔ اس کے دل میں اگرچہ خوف تھا، مگر نفس کے ہاتھوں وہ مجبور بھی تھا۔ اتنے میں عروہ کی دوبارہ آواز گونجی:

""ہیلو... کہاں کھو گئے رضوان...! تمھارے ہاسٹل کے باہر سے ایک کار تمھارا انتظار کر رہی ہے۔ اسی میں بیٹھ کر ہوٹل کے لیے نکل آؤ، اور ہاں... ہاسٹل میں کسی رشتے دار کی بیماری کا بہانہ لگا دینا۔""

عروہ نے اس کو وٹس ایپ پر سب تفصیلات بتاتے ہوئے کہا اور رضوان کو سوچنے کا موقع بھی نہ دیا۔

""ایک بات اور سنو رضوان....!""

""جی جی... بتائیے؟""

""عمیر اور فرحان سمیت کسی کو بھی اس بارے ذرا سی شک نہیں ہونی چاہیے۔""

""جی... میں سمجھ گیا۔"" رضوان نے اچھے بچوں کی طرح جواب دیا اور ہوٹل جانے کی تیاری کرنے لگا۔

رضوان اپنا دماغی کنٹرول رفتہ رفتہ کھوتا چلا جا رہا تھا۔ اسے ہر وہ چیز بہتر اور اچھی لگتی، جو عروہ کو پسند ہوتی۔ ایک جیتا جاگتا نوجوان یوں کسی اور کے اشاروں پر کیسے چل سکتا ہے، اسے غیر محسوس انداز میں اس چیز کا علم ہی نہیں ہوا تھا۔

وہ رات ہوٹل میں عروہ کے ساتھ گزارنے کے بعد تو رضوان ذہنی طور پر مکمل مفلوج ہو چکا تھا۔ وہ لذتوں اور شہوتوں کی نئی رنگیلی دنیا میں کہیں قدم رکھ چکا تھا۔ پڑھائی میں اس کا دل لگتا اور نہ کسی دوسری سرگرمی میں! ہر وقت اس کے دماغ میں عروہ کے چہرہ اور سوتے وقت بھی اسی کے خواب نظر آتے تھے۔ لیکن عروہ اس کے لیے جلد از جلد سکالرشپ کا بندوبست کرنا چاہتی تھی۔

رضوان کو ایک نئے خوف نے آلیا تھا کہ بیرون ملک جا کر عروہ کا ساتھ نہیں ہوگا، تب وہ کیسے جی پائے گا اس کے بغیر...؟ عروہ نے دانت نکالتے ہوئے اس کا حل بھی بڑی آسانی سے نکال لیا تھا۔ اس نے رضوان کو اس بات پر قائل کیا کہ میں تو ہوں ہی تمھارے لیے، مجھے جتنا انتظار کرنا پڑا، کروں گی، اصل مسئلہ تمھارے کیریئر کا ہے۔ بیرون ملک ایک نہیں کئی عروائیں تمھیں مل جائیں گی۔ تم ان کے ساتھ وقت پاس کرنا، تب تک میں تمھارا انتظار کروں گی۔ رضوان کو نا چاہتے

ہوئے بھی عروہ کا مشورہ صائب لگا تھا۔ وہ چند ماہ تک بیرون ملک جانے کی تیاریوں میں تھا۔ اچانک ایک عروہ نے اسے ایک کتابچہ پڑھنے کے لیے دیا۔

”رضوان ... ! یہ دیکھو ! تمھارے کے لیے ایک اور کتاب لائی ہوں۔ مجھے تو بے حد پسند آئی ہے۔ امید ہے کہ تمھیں بھی اچھی لگے گی۔“

”بھئی کبھی ایسا بھی ہوا کہ عروہ کی لائی ہوئی کتاب رضوان کو پسند نہ آئی ہو؟ ناممکن ہے۔“ عمیر نے ہنستے ہوئے کہا تھا۔

”ہاں ! تو تم لوگوں کو اس سے کیا تکلیف؟ ہماری پسند ہی اگر ایک جیسی ہے تو ہم کیا کریں۔“ عروہ نے رضوان کی جانب دیکھ مسکراتے ہوئے کہا تھا۔ جواب میں رضوان بھی مسکرا کر رہ گیا تھا۔

رات کو رضوان اپنے ہاسٹل کے کمرے میں بیٹھا اس کتاب کا مطالعہ کر رہا تھا۔ کتاب کا موضوع تھا: ”نظریہ اسلام“ وہ عروہ کی طرف سے ایسی مذہبی کتاب کی توقع نہیں کر رہا تھا۔ مگر چونکہ عروہ کو یہ کتاب پسند تھی سو رضوان بھی دلچسپی سے اس کا مطالعہ کر رہا تھا۔

کتاب کے صفحات پر لکھی نورانی عبارت سے اسے اتفاق ہی اتفاق تھا۔ وہ اس کا مطالعہ کر کے عروہ کو مزید امپریس کرنا چاہتا تھا۔ اچانک اس کے موبائل کی مسیج ٹون بجی۔ پھر ساتھ ہی کال آگئی۔ یہ گاؤں سے اس کے لنگوٹیے دوست طاہر کی کال تھی۔

”رضوان ! یار میرے کزن اور ہونے والے بہنوئی حافظ اشفاق کو تم سے کچھ مدد درکار ہے۔ دراصل تمھارا پتا چلا تھا کہ تم اسٹڈی کے لیے باہر جانے کی تیاری کر رہے ہو، ہمارے حافظ صاحب کو بھی باہر جانے کا شوق چرایا ہے۔ وہ اسی سلسلے میں کچھ معلومات لینا چاہتا ہے۔ کب تک بھجوادوں اُسے تمھارے کے پاس ...؟“

”ٹھیک ہے طاہر ... حافظ صاحب کو بھیج دینا کل ہی بے شک ! میں ان کی راہنمائی اور خدمت کے لئے حاضر ہوں۔ میرے دوست کی کنسلٹنسی ہے وہاں بھی لے جاؤں گا، وہاں اسے بہتر معلومات مل جائیں گی۔“

رضوان نے جواب دیا۔

اگلے دن حافظ اشفاق صبح گیارہ بجے رضوان کے پاس پہنچ گئے تھے۔اس نے آج ہاسٹل میں ان کے لئے کھانا پکایا۔اس کے خیال تھا کہ کھانا آج کچھ زیادہ بنالیتا ہوں، ساتھ اپنے دوستوں کو بھی بلالیتا ہوں تا کہ ان کی مہمان نوازی بھی ہو جائے اور ساتھ گپ شپ بھی۔یہی سوچ کر اس نے اپنے دوست عمیر اور فرحان کو فون کر کے دعوت دے دی اور وقت پر پہنچنے کا بھی بتادیا۔مقررہ وقت پر وہ دونوں ہاسٹل کے کمرے میں پہنچ چکے تھے۔کھانا تیار تھا۔رضوان نے حافظ اشفاق کا تعارف کروایا اور دونوں باہم متعارف ہوئے۔

"اچھا تو آپ حافظ قرآن ہیں؟" عمیر نے پوچھا۔

"جی الحمدللہ۔۔۔اللہ کا کرم ہے، میں حافظ قرآن ہوں۔" حافظ اشفاق نے جواب دیا۔

اس کے بعد وہ سبھی ضیافت کا لطف اٹھانے لگے۔اسی دوران اِدھر اُدھر کی باتیں بھی ہوتی رہیں۔گفتگو کے دوران فرحان نے حافظ کی جانب غور سے دیکھا اور پوچھا:" حافظ صاحب! کیا ہیں آپ سے کچھ سوال پوچھ سکتا ہوں؟"

"جی ضرور میں عالم تو نہیں ہوں، اگر معلوم ہوا تو ضرور جواب دوں گا۔" حافظ اشفاق نے کہا۔

اس کے بعد انہوں نے اس کو ایک چھوٹی سی پرچی تھمادی۔حافظ اشفاق کا سوالات پڑھ کر ماتھا ٹھنکا۔پھر دوسرے لمحہ اس کو یاد آیا کہ وہ یہاں پر مہمان ہے۔اُسے رضوان کی عزت کا بھی پاس تھا۔اس نے حکمت کے تحت جواب دیا کہ اس پر میرا مطالعہ نہیں ہے۔یوں بات آئی گئی ہو گئی۔

رضوان کے دوست کا کزن یعنی حافظ اشفاق سکالر شپ کے حوالے سے ضروری معلومات لے کر واپس گھر آچکا تھا، لیکن فرحان کے سوالات ابھی تک اسے بے چین کیے ہوئے تھے۔اپنی اسی بے چینی کا ذکر اس نے اپنے چچازاد طاہر سے کیا۔چونکہ ان دونوں کا گھرانہ کچھ مذہبی تھا اس لیے وہ ان سوالات کی وجہ سے جان گئے کہ یہ کن لوگوں کی سوچ ہے۔

طاہر نے فوراً رضوان سے رابطہ کیا، اپنے کزن کی مدد کرنے پر شکریہ ادا کرنے کے بعد طاہر نے رضوان کو مخاطب کیا:

"یار! اگر برا نہ مناؤ، تو ایک سوال پوچھوں؟"

"ہاں ہاں! کیوں نہیں بھئی؟" رضوان نے اسے اجازت دی۔

"یہ بتاؤ کہ جن لوگوں کے ساتھ تمھارا اُٹھنا بیٹھنا ہے، وہ کیسے لوگ ہیں؟" اس سوال پر رضوان بھڑک اٹھا۔

"یہ کیسا سوال ہوا بھئی؟ ایک تو کسی کی مدد کرو، اوپر سے اس طرح کی باتیں بھی سنو!"

"ارے یار! میں نے کہا تھا غصہ نہیں کرنا، خیر چھوڑو! میں آج کل ہی تمھیں ملنے کے لیے آرہا ہوں، پھر بات کریں گے۔"

رضوان نے روکھے انداز میں اوکے کہہ کر فون بند کر دیا۔

اتفاق سے تیسرے دن ہی طاہر ہاسٹل میں رضوان کے پاس جا پہنچا۔ وہ اپنے لنگوٹیے یار کے لیے مٹھائی کا ڈبہ لے جانا نہیں بھولا تھا۔ باتوں ہی باتوں میں طاہر نے نوٹ کیا کہ یہ اب پہلے والا رضوان نہیں رہا، شہر کی پڑھائی اور ہاسٹل کی رہائش نے اسے بہت حد تک تبدیل کر دیا ہے۔ یہ سوچتے سوچتے طاہر کی نگاہ اچانک ایک کتاب پر پڑی... نام تھا اس کا "نظریہ اسلام..."

رضوان باہر کھانے کا انتظام کرنے گیا ہوا تھا۔ طاہر نے وہ کتاب اٹھائی اور اس کی ورق گردانی شروع کر دی۔

جیسے جیسے وہ کتاب پڑھتا گیا، اس کا دماغ سائیں سائیں کرنے لگا۔ یہ قادیانیوں کے ایک مشہور لکھاری کی کتاب تھی۔ جس میں ختم نبوت جیسے عقیدے پر کھلم کھلا حملہ کیا گیا تھا۔ غصے کے عالم میں طاہر کا پارہ ہائی ہو چکا تھا۔ وہ سوچ رہا تھا کہ کتاب کو اٹھا کر باہر پھینک دے اور رضوان کو اس گمراہی سے بچنے کے لیے خوب جھنجھوڑ کر رکھ دے، مگر وہ اچانک ایسی حرکت نہیں کر سکتا تھا۔

خیر... ہاسٹل سے فارغ ہونے کے بعد طاہر نے واپسی کی راہ لی۔ گھر آکر اس نے یہ بات رضوان کے ابا سے کرنے کا ارادہ کیا، پھر اس ارادے کو اس نے عملی جامہ بھی پہنا دیا۔ ایک غریب

باپ اجمل حیات بھلا اپنے بیٹے رضوان کے بارے میں ایسا سن کر کیا محسوس کر سکتا تھا۔طاہر نے رضوان کے باپ کو اس کے عیاشی بھرے لائف سٹائل کے بارے میں بھی آگاہ کر دیا تھا۔بے چارا چاچا اجمل حیات یہ سنتے ہی بہت زیادہ پریشان ہو گیا تھا۔

''ایسا کیسے ہو سکتا ہے ؟وہ ایک ایک ذہین طالبعلم ہے۔اس کے پاس اتنے پیسے نہیں ہوتے کہ وہ باہر عیاشیاں کر سکے۔تو کیا طاہر جھوٹ بول رہا ہے ؟یا واقعی میرا بیٹا اس طرح کی سرگرمیوں میں ملوث ہے ؟''

''میرا کام آپ کو آگاہ کرنا تھا، باقی آپ کی مرضی ہے چچا جان!'' طاہر یہ کہہ کر اپنے گھر آ گیا۔

چچا اجمل سوچنے لگا کہ مجھے اپنے بیٹے پر یقین ہے۔وہ ہرگز ایسا نہیں ہے۔کہیں یہ حسد و سد کا چکر ہی نہ ہو، لیکن اگر طاہر کی بات درست ثابت ہوئی تو...؟ چلو پھر بھی احتیاطاً اس بات کی تحقیق کروالیتا ہوں میں۔'' رضوان کے والد نے سوچتے ہوئے کہا۔

چچا اجمل اب دن رات اپنے بیٹے کی وجہ سے پریشان رہنے لگا تھا۔آخر اسے ایک ترکیب سوجھی۔اس نے اپنے ایک پرانے دوست کو کال کی، لاہور میں جماعت اسلامی کے ایک ذمہ دار کی حیثیت سے اپنا کردار ادا کر رہے تھے۔چچا اجمل نے اپنے دوست چودھری غلام رسول کو مکمل تفصیل سے آگاہ کیا اور پھر ہیلے کالج کے ساتھ ملحق ہاسٹل میں موجود اپنے بیٹے کا اتا پتا بھی سمجھا دیا۔

چودھری غلام رسول نے اسی دن ہیلے کالج میں اسلامی جمعیت طلبا کے ناظم سہیل خان سے رابطہ کر کے اسے ساری صورتِ حال سے آگاہ کر دیا۔جمعیت کا ناظم فوراً معاملے کو سمجھ گیا۔اس نے اپنے ساتھیوں سے معلوم کروا لیا کہ رضوان کے دوست کون کون ہیں؟سب معلومات حاصل کرنے کے بعد سہیل خان نے رضوان کے دوستوں کی کڑی نگرانی شروع کروادی۔واقعتاً دال میں کچھ کالا تھا۔

چناں چہ ایک دن جمعیت کے ناظم سہیل خان نے عمیر، فرحان اور عروہ کو اپنی میٹنگ میں بلا لیا۔بڑے پیار اور نرم لہجے میں ان سے کچھ سوال جواب کیے،ان تینوں کا رنگ اُڑا ہوا تھا۔جیسے کاٹو تو بدن میں لہو نہیں والی صورت حال تھی۔

ان کی پریشانی کو جمیعت کے دوستوں نے بھانپ لیا تھا۔یہی وہ تین ملزم تھے جو جماعتِ احمدیہ کی طرف سے لانچ کیے گئے تھے۔ مگر کسی بھی جمیعتی ساتھی نے انھیں ذرا برابر بھی شک نہیں ہونے دی تھی۔البتہ میٹنگ کے بعد سے وہ تینوں کچھ زیادہ ہی محتاط ہو گئے تھے۔

....☆....

""بھئی ہم نے سنا ہے کہ تم لوگ آئین پاکستان اور کالج کے اصول وضوابط کی خلاف ورزی کے مرتکب ہورہے ہو؟ کیا یہ بات درست ہے؟"" تین دن بعد سہیل خاں اور اس کے ساتھیوں نے ایک بار پھر فرحان، عمیر اور عروہ کو روک لیا تھا۔

""نہیں ہم نے تو کبھی ایسا نہیں کیا۔"" عروہ نے ہکلاتے ہوئے وضاحت پیش کی۔

""اچھا جی؟ کیا تم اپنے مذہب کی تبلیغ نہیں کرتے ہو؟"" جمیعت کے ایک ساتھی عبداللہ نے غصے سے پوچھا۔

""اپنا مذہب؟ بھئی کیا مطلب؟ ہم مسلمان ہیں بھئی! آپ کو کوئی غلط فہمی ہوئی ہے۔ ہم لوگ آپ کے سامنے نماز پڑھتے ہیں۔ ہماری عادات و اطوار آپ کے سامنے ہیں۔ ہم ایسا کیوں کریں گے؟ البتہ ہمارا ذاتی نکتہ یہ ہے کہ ہمیں بھی تحقیق اور ترقی کے میدان میں آگے بڑھ کر یورپ سے سیکھنا چاہیے۔اعلی تعلیم حاصل کرنی چاہیے، مگر افسوس کہ کچھ لوگ حسد میں آکر ہمیں ہی گمراہ سمجھنا شروع ہو جاتے ہیں۔""

عمیر نے پر اعتماد لہجے میں جھوٹ بولتے ہوئے کہا:

""آپ لوگ آئین اور قانون کی پابندی کریں جب آپ پر قانوناً پابندی ہے تو اس طرح کی حرکت کسی طرح بھی درست نہیں ہے۔""

جمیعت کے ناظم نے انہیں سمجھا بجھا کر واپس بھیج دیا۔

اور ان کے جانے کے بعد ناظم صاحب نے ساتھیوں کو ان پر مسلسل نظر رکھنے کا کہا۔ کافی جدوجہد کے بعد بالا خر انہیں ان کا ٹھکانا معلوم ہو گیا، تب انہوں نے وہاں چھاپہ مارنے کا سوچا۔

چند نوجوانوں کو ساتھ لے کر وہ کنسلٹنسی کے آفس گئے اور گیٹ پر بتایا کہ وہ سکالرشپ کی معلومات کے لئے جانا چاہتے ہیں۔ سیکیورٹی گارڈ نے اندر جانے کی اجازت دی۔ جب انھوں نے اندر آفس کا جائزہ لیا تو اس منزل پر سارا کام قانونی دکھائی دے رہا تھا۔

کچھ ساتھیوں نے دکھاوے کے لئے سکالرشپ کی معلومات لیں اور کچھ نے بلڈنگ کا معائنہ شروع کر دیا۔ اسی دوران ایک نوجوان نے دیکھا۔ ایک لڑکی پاسپورٹ لے کر ایک کمرے میں جا رہی ہے۔ اس نے غیر محسوس انداز میں اس کا پیچھا کیا۔ جیسے ہی کمرے کا دروازہ کھلا اس کو کمرے کے اندر سیڑھیاں نظر آئیں۔ نوجوان نے آکر ناظم کو بتایا کہ وہاں ایک بالائی منزل کا دروازہ موجود ہے۔ ناظم نے ساتھیوں سمیت سیڑھیوں کا رخ کیا اور اوپر دوسری منزل پر چلے گئے۔ وہ جیسے ہی وہاں پہنچے اور ٹھٹک کر رہ گئے۔ بارہ لوگ وہاں موجود تھے۔ چھ لڑکے اور چھ لڑکیاں ان سب کے ہاتھ میں پاسپورٹ تھا اور ان میں رضوان بھی موجود تھا۔

وہ سب کنٹریکٹ میرج بھی سائن کر چکے تھے۔ بیرون ملک جا کر انھوں نے قادیانیت کا حلفیہ فارم فل کرنا تھا۔ اسی ہفتے کے اندر اندر ان سب کی لاہور ائیرپورٹ سے بیرون ملک کے لئے روانگی تھی۔

"پکڑو ان کو.... بھاگنے نہ پائیں۔" ناظمِ جمعیت آواز لگائی اور ساتھ ہی پولیس کو فون کر دیا۔

آفس کے عملے نے یہ دیکھا تو سب کے سب رفوچکر ہو گئے۔ صرف سادہ لوح نوجوان ہی وہاں کھڑے رہ گئے جو اپنے ایمان کی دولت لٹانے باہر جانے کو تیار کھڑے تھے۔ ساتھیوں نے ان نوجوانوں کو ساتھ لیا اور یونیورسٹی واپس آ گئے۔ پھر جب حقیقت کھول کر ان سب کیسامنے رکھی، ختم نبوت کے حوالے سے ان کی راہنمائی کی گئی تو سبھی نوجوان حیرت کا بت بنے توبہ کرنے لگے۔

یوں بروقت کارروائی سے ان سب جوانوں کو قادیانی مذہب کے چنگل میں جانے سے بچا لیا گیا۔ کچھ دن بعد اس واقعہ کو قادیانی میڈیا پر طلبا کی غنڈا گردی قرار دے کر بتایا گیا کہ ہمیں ہماری بنیادی ضرورتوں سے محروم رکھا جا رہا ہے۔

پھر سیاسی طور پر یونیورسٹی انتظامیہ کو دباؤ میں لا کر جمیعت کے طلبا کے خلاف بھرپور کمپین چلائی گئی۔اُلٹا چور کوتوال کے بمصداق مطالبہ کیا گیا کہ جمیعت کے طلبا سے باز پرس کی جائے اور ان کو یونیورسٹی سے نکالا جائے (تاکہ ان کی راہ میں حائل رکاوٹ دور ہو جائے اور وہ اپنے مذہب کی تبلیغ کر سکیں پر) پر جسے اللہ رکھے اسے کون چکھے۔وہ تمام بہادر طلبا ان سازشوں کے باوجود الحمدللہ یونیورسٹی میں ڈٹے رہے۔

فکر کا مقام یہ ہے کہ ایک جھوٹے کے مذہب کو پھیلانے کے لئے فتنہ پرور لوگ کس طرح اپنی صلاحتوں کو بھروئے کالاتے ہیں اور اپنی شیطانی حرکتوں کی بدولت ہماری نسلوں کا شکار کرتے ہیں۔ان کے ایمان اور دین سے کھلواڑ کرتے ہیں۔جب کہ ہمارے لوگ خصوصاً نوجوان طبقہ ان کی ایسی چالوں اور ختم نبوت کے بنیادی عقائد سے واقف نہیں ہے۔

اپنے گھر کے کسی کونے میں رضوان اپنے آنسو پونچھتے ہوئے اپنا وہ خواب یاد کر رہا تھا، جس میں وہ تنہا رات کے وقت گھنے جنگل میں بھٹک گیا تھا۔جب راستہ تلاش کرتے کرتے وہ وحشت کی وادیوں کا شکار ہو گیا تھا۔ پھر اچانک ایک نور نے اس کو اپنی آغوش میں لے لیا تھا۔آج اسے اپنا وہ خواب سچ ثابت ہوتا دکھائی دے رہا تھا۔اللہ تعالیٰ نے اسے بدبخت اور ایمان کے بھوکے شکاریوں کے شکنجے میں جانے سے محفوظ فرما لیا تھا۔

☆....☆....☆